حکیم محمود احمد ظفر۔ سیالکوٹ

(قسط سوم ۳)

امامت و خلافت

امام اور عصمت

شیعہ کے نزدیک امام کے لئے عصمت ضروری ہے حالانکہ عصمت خاصۂ انبیاء ہے اس دعویٰ کی دلیل ان کے نزدیک یہ ہے کہ امام نبی کا نائب ہوتا ہے اور نبی چونکہ معصوم ہوتا ہے لہذا اس کا نائب بھی معصوم ہونا چاہیے، ورنہ نبی کے فرائض کو وہ کس طرح ادا کرسکے گا۔ ہر شخص کا نائب وہی ہوسکتا ہے جو صفات کمال میں اس کا مثل ہو کیونکہ اس کے بغیر حق نیابت ادا نہیں ہوسکتا۔

یہ دلیل منطقی طور پر اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھتی اگرچہ اس کو پرکشش طریقے سے پیش کیا جاتا ہے اور عوام کو اس کے ذریعہ مغالطہ دیا جاتا ہے۔ یہ لوگ اس بات سے ناآشنا ہیں کہ امام کن فرائض کی ادائیگی میں نبی کا نائب ہے۔

نبی کے دو کام ہیں

اول یہ کہ بارگاہ خداوندی سے احکام حاصل کرے

دوم یہ کہ ان احکام کو مخلوق تک پہنچائے

امام پہلے کام میں نبی کا نائب نہیں ہوتا بلکہ صرف دوسرے کام میں نبی کا نائب ہوتا ہے اور عصمت کی ضرورت پہلے کام میں ہے کیونکہ نبی نے جہاں سے احکام حاصل کئے ہیں وہ مأخذ اُن کا ہماری نظر کے سامنے نہیں۔ وہاں تک ہماری رسائی نہیں کہ ہم جانچ سکیں کہ آیا احکام لینے اور سمجھنے میں کوئی غلطی تو نہیں ہوئی ہے لہذا اگر نبی معصوم نہ ہو تو دین پر اعتبار نہ رہے گا۔ بخلاف امام کے کہ وہ بارگاہ خداوندی سے احکام حاصل نہیں کرتا۔ اس پر وحی نہیں آتی۔ اس کا کام صرف یہ ہے کہ نبی کے پہنچائے ہوئے احکام یعنی قرآن و سنت کی اشاعت و حفاظت کرے اور انہیں کی تنفیذ کرتا رہے۔ امام کا مأخذ سب کے پیش نظر ہے اگر اس سے کوئی غلطی ہوجائے تو اس کا علم ہوسکتا ہے اور دین میں کوئی اشتباہ نہیں پیدا ہوسکتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر یہ کلیہ صحیح ہو کہ معصوم کے نائب کا بھی معصوم ہونا ضروری ہے تو چاہیے کہ تمام علماء اور مجتہدین بھی معصوم ہوں کیونکہ بالاتفاق وہ بھی نائب نبی اور نائب امام ہیں۔ علماء اور مجتہدین کو چھوڑیئے خود امام اپنے زمانے میں جن کو اپنا نائب مقرر کرکے اطراف و جوانب میں روانہ کرتا ہے ان کا معصوم ہونا تو ضروری ہوگا مثلاً سیدنا علی نے اپنے زمانے میں جن جن لوگوں کو اپنی طرف سے کسی مقام کا گورنر بنایا اور ان کو اپنا نائب قرار دیا ان سب کو معصوم کہنا چاہیے حالانکہ شیعہ بھی اس کے قائل نہیں سیدنا علی خود اپنے نائبوں کے شاکی رہے اور ان کی خیانتوں پر افسوس فرمایا کرتے تھے۔

ائمہ کی عصمت کے بارہ میں شیعہ کی طرف سے دوسری دلیل جو بڑی طمطراق کے ساتھ پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ امام کی اطاعت اللہ تعالیٰ نے واجب قرار دی ہے اگر وہ معصوم نہ ہو تو اس سے گناہ کا صدور ممکن ہوگا اور گناہ میں بھی اس کی اطاعت کرنا پڑے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مخلوق خداوندی بجائے ہدایت کے گمراہی میں مبتلا ہوجائے گی اور وہ مقصود جو نبی اور امام کے تقرر سے ہے، فوت ہوجائے گا۔ یہ بات شان خداوندی سے بعید ہے۔ چنانچہ شیعہ محدث ملا

باقر مجلسی اس بات کو ان الفاظ میں پیش کرتا ہے

"چونکہ ائمہ کی بعثت سے مقصود یہ ہے کہ لوگ ان کی اطاعت کریں اور اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی جو وہ ارشاد فرمائیں ان کی تعمیل کریں۔ لہذا اگر اللہ تعالیٰ ان کو معصوم نہ بنائے تو بعثت کے مقصود کے خلاف ہوگا اور حکیم کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ کوئی ایسا فعل کرے جو اس کے مقصود کے خلاف ہو۔

(حیات القلوب جلد 1 صفحہ 17، ہند)

یہ دلیل ہر لحاظ سے غلط ہے

اول تو یہی غلط ہے کہ امام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف اور صرف انبیاء علیھم السلام مبعوث ہوتے ہیں۔

دوسرے یہ بھی غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ امام کی ہر بات میں اطاعت کی جائے بلکہ امام کی اطاعت کا حکم اس بات کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ بات قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہو اور اگر اس کی کوئی بات قرآن وحدیث کے خلاف ہو تو اس کی اطاعت اس بارہ میں جائز نہیں۔ کیونکہ قرآن حکیم میں ہے:

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر (صاحبان حکومت) کی جو تم میں سے ہوں (یعنی مسلمان ہوں) پھر اگر تم میں اور صاحبان حکومت میں باہم کسی بات میں اختلاف واقع ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف واپس کردو

(القرآن)

یعنی جس کی بات اللہ اور اس کے رسول کے مطابق ہوگی خواہ وہ تمہاری ہو یا ان کی، اسی کی بات قائم رہے گی البتہ یہ رسول کی شان ہے کہ اس کی اطاعت ہر بات اور ہر حال میں فرض ہے۔

قرآن حکیم ہی میں ایک اور موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

"جو حکم رسول تم کو دیں اس کو لے لو اور جس بات سے منع کریں اس سے باز آجاؤ۔ (القرآن)

ایک اور مقام پر حکم خداوندی ہے کہ

"جس نے رسول کی اطاعت کی بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی" (القرآن)

ان قرآنی آیات کے علاوہ قرآن حکیم میں اور بھی کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے صرف اور صرف رسول کی اطاعت کو ہر بات میں ضروری اور واجب قرار دیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ رسول کی کسی بات کا اللہ رب العزت کے حکم کے خلاف ہونا ممکن نہیں اور یہ صرف پیغمبر کی شان ہے کہ ہر بات میں اس کی اطاعت فرض ہو۔ امام کی یہ شان ہرگز نہیں کہ ہر بات میں اس کی اطاعت ضروری اور فرض ہو۔ لہذا رسول کا معصوم ہونا ضروری ہے امام کا معصوم ہونا ضروری نہیں ہے۔

اگر شیعہ غیر معصوم کی اطاعت کو کسی درجہ میں بھی جائز نہ رکھیں اور موجب گمراہی سمجھیں تو سب سے پہلے نماز کے امام کو معصوم ہونا چاہیئے نماز سے بڑھ کر دین کا اور کونسا کام ہوسکتا ہے نماز کا امام معصوم نہ ہو تو ممکن ہے کہ واجبات نماز میں خلل آجائے سہواً بے طہارت نماز پڑھا دے اور پھر یہ بھی ہونا چاہیئے کہ نماز کے امام اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے مقرر ہوں۔ اس کے بعد پھر امام کے قاصد، امام کے گورنر اور امام کے احکام کے ناقل سب کو معصوم ہونا چاہیئے۔ تنہا امام کے معصوم ہونے سے کیا کام چل سکتا ہے کیونکہ امام تو ایک جگہ رہے گا دوسرے مقامات کے لوگوں تک امام کے احکام جن لوگوں کے ذریعہ پہنچیں گے وہ اگر معصوم نہ ہوئے تو خرابی بدستور موجود رہے گی۔

اگر یہ کہا جائے کہ فقط امام کا معصوم ہونا اس سبب سے کافی ہے کہ وہ اس بات کا انتظام رکھے گا کہ کوئی شخص اس کے احکام کے نقل کرنے میں غلطی نہ کرسکے تو بات بالکل نامعقول اور خلاف واقعات ہے۔ سیدنا علی پر باوجودیکہ

تمام خدائی اختیارات ان کو دیے گئے لیکن ان پر بکثرت افتراء پردازیاں ہوئیں مملکت اسلامیہ کا وہ کوئی استحکام نہ کرسکے۔ دوسرے ائمہ پر بھی لوگوں نے جھوٹ باندھے جس کا اقرار شیعہ کی کتابوں میں بکثرت موجود ہے۔ اور اب تو صدیوں سے کوئی امام معصوم موجود نہیں اور شیعہ بھی غیر معصوم ہی کی پیروی کر رہے ہیں اگر بفرض محال مان لیا جائے کہ امام مہدی زندہ ہیں اور غار میں موجود ہیں تو ایسی زندگی سے کیا فائدہ جب کہ نہ کوئی ان سے مل سکتا ہے اور نہ ان کے احکام معلوم ہوسکتے ہیں تو ان کا عدم وجود برابر ہے

لطیفہ

اس سلسلہ میں ایک لطیفہ ذہن میں رکھیئے کہ ایک طرف تو شیعہ ائمہ کرام کو معصوم ثابت کرتے ہیں لیکن دوسری طرف ان کی کتابیں انبیاء علیہم السلام کو گناہ گار بتاتی ہیں، حالانکہ جو لوگ اماموں کی عصمت کے قائل ہیں وہ گویا شرک فی النبوۃ کرتے ہیں۔ چنانچہ شیعہ کی سب سے معتبر کتاب اصول کافی میں سیدنا آدم علیہ السلام کے بارہ میں لکھا ہے کہ ان میں تین میں سے دو اصول کفر موجود تھے چنانچہ لکھا ہے کہ

"امام جعفر صادق نے فرمایا کہ اصول کفر تین ہیں۔ حرص، تکبر اور حسد

حرص تو آدم علیہ السلام نے کی۔ جب درخت سے منع کیا گیا تو حرص نے انہیں کھانے پر برانگیختہ کیا اور تکبر شیطان نے کیا جب آدم علیہ السلام کے لئے سجدہ کا حکم ہوا اور وہ انکاری ہوا۔ حسد آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں نے کیا جب کہ ایک نے دوسرے کو قتل کیا۔

(اصول کافی صفحہ 517، ہند امالی شیخ صدوق ص 251 قم)

اس روایت میں تو صرف ایک وجہ کفر سیدنا آدم کی طرف منسوب کی گئی ہے لیکن ایک اور روایت میں حسد کو بھی سیدنا آدم علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے چنانچہ لکھا ہے

"اللہ تعالیٰ نے آدم اور حوا کو ائمہ اہل بیت پر حسد کرنے سے منع کیا اور کہا کہ میرے نوروں کی طرف حسد کی نگاہ سے مت دیکھنا ورنہ تمہیں قرب رحمت سے جدا کردیا جائے گا اور تم پر ذلت وخواری ڈال دی جائے گی۔ پس شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ پیدا کیا اور انہیں فریب دیا اور انہیں اس پر اکسایا کہ وہ اس کی منزلت اور مرتبہ کی آرزو کریں۔ پس آدم اور حوا ان پر حسد کرنے سے باز نہ آئے اور اسی کی سزا میں یہ دونوں جنت سے باہر نکال پھینکے گئے"

(حیات القلوب جلد 1 صفحہ 50)

معانی الاخبار میں ابن بابویہ قمی نے بھی اس روایت کو ذرا تفصیل سے نقل کیا کہ

"اللہ تعالیٰ نے آدم وحوا دونوں سے کہا خبردار جو تم دونوں نے حضرات ائمہ کی طرف حسد کی نگاہ سے دیکھا اور ان کے مقام ومرتبہ کی تمنا جو میرے نزدیک ہے، کبھی تمنا کی، ورنہ میری نافرمانی اور حکم عدولی کے مرتکب ہو کر ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ ان دونوں نے پوچھا اے اللہ ظالم کون ہیں؟ حق تعالیٰ نے فرمایا وہ لوگ ائمہ اہل بیت کے مقام کے ناحق مدعی ہوں گے (المدعون لمنزلتھم بغیر حق) انہوں نے عرض کیا اے اللہ! جہنم کی آگ میں ان کا مقام تو دکھا دیجئے۔ فرمایا ان کے مقام ومرتبہ کے دعویداروں کا مقام دوزخ کے سب سے نچلے حصہ میں ہے"

"پھر شیطان نے ان دونوں (آدم وحوا) کو وسوسہ ڈالا اور ان کے مرتبہ ومنزلت کی تمنا پر ابھارا تو ان دونوں نے ان کی طرف حسد کی آنکھ سے دیکھا اور رسوا ہوئے حتیٰ کہ گندم کا درخت کھالیا (فنظر الیھم بعین الحسد فخذلا حتی اکلا من شجرۃ الحنطۃ)

حق تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ تم دونوں نے یقیناً اپنی جانوں پر ظلم کرلیا ہے کیونکہ ان کے مقام ومرتبہ کی تمنا کی جنہیں تم پر فضیلت دی گئی ہے۔ چنانچہ ان دونوں نے عرض کیا اے اللہ! ہم تجھ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، علی، فاطمہ، حسن، اور

حسین کے واسطہ سے درخواست کرتے ہیں جو تیرے نہایت مقبول اور برگزیدہ بندے ہیں اور تمام ائمہ اہل بیت کے واسطہ سے سوال کرتے ہیں کہ تو ہماری توبہ قبول فرما۔۔۔۔ اسی لئے تمام انبیاء علیہم السلام اس امانت کی حفاظت فرماتے رہے اور اپنے وصیت شدہ احباب کو اس کی خبر دیتے رہے۔

(معانی الاخبار ص 109، بیروت)

ملا باقر مجلسی نے اس روایت کو اپنی ایک اور کتاب میں بھی نقل کیا ہے کہ

"اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ خبردار جو تو نے حسد کی نگاہ سے ان ائمہ کو دیکھا وگرنہ میں تجھے اپنے قرب سے دور کردوں گا۔ پس آدم علیہ السلام نے حسد کی نگاہ سے انہیں دیکھا اور ان کے مرتبہ و منزلت کے حصول کی خواہش کی۔ سو شیطان ان پر مسلط ہوگیا بالآخر اس درخت کو کھالیا جس کے کھانے سے انہیں منع کیا گیا تھا۔ ادھر حوا پر بھی شیطان مسلط ہوگیا، کیونکہ انہوں نے سیدہ فاطمہ کی طرف حسد کی نگاہ سے دیکھا تھا (وتسلط علیٰ حواء لتنظر حالیٰ فاطمہ بعین الحسد) آخر کار انہوں نے بھی آدم علیہ السلام کی طرح درخت کا پھل کھالیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے دونوں کو اپنی جنت سے باہر نکال دیا"

(بحار الانوار جلد 16 ص 362، تہران)

اسی طرح شیخ صدوق شیعی نے بھی اس روایت کو اپنی کتاب عنوان اخبار الرضاء جلد اول 239، تہران پر نقل کیا ہے

یہ روایت کئی کتابوں کے حوالے سے اس وجہ سے نقل کی گئی ہے تاکہ یہ پتہ چل سکے کہ تمام شیعہ علماء اس کو مانتے ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ حسد چونکہ اصول کفر میں سے ایک ہے لہذا آدم علیہ السلام اس کے مرتکب ہوئے تھے۔

یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ بتایا یہ جارہا تھا کہ شیعہ حضرت ائمہ کرام کو معصوم مانتے ہیں حالانکہ وہ معصوم نہ تھے اور نہ ہی انہوں نے کبھی اپنی عصمت کا اقرار کیا۔ چنانچہ ابوالائمہ سیدنا علی خود فرماتے ہیں

فانی لست فی نفسی بفوق ان اخطئ ولا امن ذالک من فعل الا ان یکف اللہ من نفسی ماھوا ملک بہ منی

میں خطاء کرنے سے برتر نہیں ہوں اور نہ اپنے فعل میں خطاء سے مامون ہوں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایسے فعل کی توفیق عطا فرمائے جس کا وہ میری نسبت زیادہ مالک ہے۔

(نہج البلاغتہ خطبہ 316 صفحہ 235)

امام منصوص من اللہ بھی نہیں ہوتا

جب دلائل کی روشنی میں امام کا معصوم ہونا ثابت نہ ہو تو اس کے منجانب اللہ منصوص ہونے کی شرط بھی باطل ہو گئی بلکہ لوگوں کو اختیار ہے کہ جس طرح وہ خود نماز کا امام مقرر کرلیتے ہیں اسی طرح اس امام کو بھی منتخب کرلیا کریں جو ان کے لئے امور مملکت سرانجام دیا کرے چنانچہ خود سیدنا علی نے بھی اس بات کو تسلیم فرمایا ہے کہ

"شوریٰ مہاجرین اور انصار کا حق ہے۔ پس اگر وہ اتفاق کرکے کسی شخص کو امام نامزد کردیں تو اسی میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہے

(نہج البلاغتہ ص 446، بیروت)

اسی کتاب میں جو شیعہ کے نزدیک نہایت معتبر کتاب ہے، امام کے منصوص من اللہ اور غیر معصوم ہونے کے بارہ میں سیدنا علی کا ارشاد ان الفاظ میں مرقوم ہے

"لوگوں کے لئے ایک امیر کا ہونا ضروری ہے خواہ وہ نیک ہو یا فاجر۔ اس کی حکومت میں مومن (آخرت کے لئے) عمل کرے اور آخر (مال دنیا سے) مستفید ہو اور اس کی امارت میں پیادہ (منزل مقصود) کو پہنچ سکے۔ راستے محفوظ ہوں اور کمزور

زبردست سے اپنا حق لے سکے تاکہ نیکوکار امن و آسائش میں رہے اور فاسق و فاجر لوگوں سے کھٹکا نہ رہے"
(نہج البلاغۃ ص 82، بیروت)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ حضرات نے امام کے لئے جو دو شرائط مقرر کی ہیں کہ ایک یہ کہ وہ معصوم ہو کیونکہ وہ نبی کا نائب ہے اور دوسرے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہو۔ لوگ باہمی مشورے سے اسے مقرر نہیں کر سکتے اور جو باہمی مشورہ سے مقرر ہو وہ امام یا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

یہ دونوں باتیں عقل و نقل اور شیعہ حضرات کی کتابوں کی رو سے سرتاپا غلط ہیں اور سیدنا علی کا قول و عمل اس کی تردید کرتا رہا ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک موقع پر ارشاد فرمایا

"خدا کی قسم! مجھے نہ ہی خلافت کے لئے کوئی رغبت ہے اور نہ ہی ولایت کے لئے کوئی خواہش۔ بلکہ تم نے مجھے خود اس کی دعوت دی اور مجھے اس کی رغبت دلائی"
(نہج البلاغۃ ص 397، بیروت)

معلوم ہوا کہ آپ اپنے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا ہوا خلیفہ یا امام نہ سمجھتے تھے ورنہ آپ کبھی ایسا نہ فرماتے کہ تم نے مجھے اس کی دعوت دی تھی اور خلیفہ بنایا تھا۔ مجھے تو اس کی کوئی خواہش اور رغبت نہ تھی۔ چنانچہ شہادت عثمان کے بعد جب لوگوں نے آپ کی بیعت کا ارادہ کیا تو آپ نے جواب میں جو کچھ انہیں فرمایا وہ شیعہ حضرات کے امامت کے بارہ میں ان دونوں عقیدوں کی نفی کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا

"مجھے میرے حال پر چھوڑ دو اور خلافت کے لئے کسی اور کو تلاش کرو۔۔۔۔اگر میں تمہاری دعوت بیعت قبول کر لیتا ہوں تو جن باتوں کو میں بہتر سمجھتا ہوں ان پر تم سے عمل کراؤں گا اور پھر کسی کہنے والے کی بات اور ناراض ہونے والے کی ناراضگی کی پروا نہیں کروں گا۔ اور اگر تم نے مجھے چھوڑ دیا تو میں تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہوں گا اور جسے تم امیر بنالو گے شاید تم سے زیادہ اس کی بات سنوں گا۔ اور ساتھ دوں گا۔ میں امیر بننے سے زیادہ وزیر بن کر تمہارے لئے بہتر ہوں گا۔
(نہج البلاغۃ ص 178۔179، بیروت)

اس کے علاوہ سیدنا علی کی حیات طیبہ کا ایک ایک واقعہ اور آپ کی زبان کا ایک ایک لفظ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ آپ نہ ہی امام کے لئے معصوم ہونا مانتے تھے اور نہ ہی اسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقرر شدہ سمجھتے تھے بلکہ آپ کا عقیدہ بھی وہی تھا جو امت کے دوسرے افراد کا تھا۔

پھر لطف کی بات یہ ہے کہ ائمہ کے زمانہ میں جو شیعہ حضرات موجود تھے اور ائمہ کی تابعداری کرنے والے جو حضرات موجود تھے، ان کا اعتقاد بھی یہ نہ تھا جو آج کل کے شیعہ حضرات کا ہے کہ ائمہ معصوم اور منصوص من اللہ تھے۔ چنانچہ شیعہ حضرات کے خاتم المحدثین ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے

"جمع از راویان کہ در اعصار ائمہ بودہ اند از شیعان اعتقاد بعصمت ایشاں نداشتہ اندر بلکہ ایشان را علمائے نیکوکاری دانستہ اند۔ چنانچہ از رجال کشی ظاہری می شود و مع ذالک ائمہ حکم بایمان بلکہ عدالت ایشاں می کردہ اند۔

شیعہ راویان حدیث جو ائمہ کے زمانوں میں موجود تھے، ان کا اعتقاد ہرگز یہ نہ تھا کہ امام معصوم ہیں بلکہ وہ انہیں صرف نیک عالم سمجھتے تھے چنانچہ کسی کی کتاب رجال سے یہ بات معلوم ہوتی ہے اور اس کے باوجود ائمہ کرام نہ صرف انہیں مومن قرار دیتے تھے بلکہ ان کی عدالت کا بھی پورا پورا اعتراف کرتے تھے۔
(حق الیقین صفحہ 328)

(بقیہ ۳۷ پر)